© rasailojaraid.com

عرفی: حیات و تصنیفات

جناب - ج - و - اظہر صاحب - ایم - اے - دلّی یونیورسٹی - دلّی

تعارف و جائزہ :-

نوا را تلخ تر میزن چو ذوقِ نغمہ کمیابی   حُدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

(عرفی)

مولانا جمال الدین محمد عرفی ۹۶۲-۶۳ھ م ۱۵۵۳-۵۵ء میں شیراز جیسے علماء و شاعر خیز خطے میں پیدا ہوئے، شیراز کے فخر کے لئے شیخ سعدی و خواجہ حافظ ہی کم نہ تھے کہ اس سرزمین سے ایک اور نامور اور باکمال عالم وجود میں آیا۔

عرفی جس دور میں پیدا ہوئے وہ فارسی علم و ادب کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ ایران میں صفوی حکومت اپنی علم پروری کے لئے بہت مشہور تھی اور ہندوستان میں اکبر و جہانگیر کی علم دوستی و ادب نوازی کا سب کو علم ہے عرفی شیراز کے ایک مشہور و معزز خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اس کے والد زین الدین کلونتی شیراز کے منصف کے عہدہ پر مامور تھے اور عرفی کے دادا جمال الدین چادرباف بھی اپنے زمانہ کے معروف و محترم اشخاص میں سے تھے، عرفی کے حالاتِ زندگی تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں حتیٰ کہ اس کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں بھی تقریباً سب ہی تذکرے خاموش ہیں، کیونکہ اس نے ۹۹۹ھ میں ۳۶ برس کی عمر میں وفات پائی تھی اس لئے تاریخ تولد ۹۶۲-۶۳ھ نکلتی ہے۔ عرفی کے نام تک کے بارے میں تو تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے، مآثر رحیمی میں خواجہ سیدی محمد[1] ہے۔ صاحب "میخانہ" نے اس کا نام محمد حسین اور احدی نے عرفات میں صرف "سیدی" لکھا ہے لیکن

---

[1] ایتھے ۱۳۵۱ مولانا سید (سیدی) محمد پسر خواجہ زین الدین علی بن جمال الدین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا اصلی نام جمال الدین محمد عرفی ہی معلوم ہوتا ہے۔

عرفی کے اِس تخلص کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ایران میں جو عدالتیں مذہبی نہیں ہوتی ہیں وہ عرف کہلاتی ہیں اور چونکہ عرفی کے والد ایک ایسی ہی عدالت کے منصف تھے، اس لئے اس نے اپنا تخلص عرفی رکھا۔ مآثر رحیمی میں ہے "چوں پدرش بعض اوقات در دیوانِ حکام فارس بہ امر وزارت داروغہ دارالافاضل شیراز مشغولی می نمود، مناسبت شرعی عرفی را منظور داشتہ تخلص خود عرفی کرد"

(۲) دوسری ایک وجہ جو بہت اہم ہے اور جس پر اس مضمون میں مفصل بحث ہوگی وہ ہے عرفی کا فطرتاً مغرور ہونا۔ حسب نسب پر فخر۔ شخصیت اور صلاحیت پر تکبر، انانیت و خود ستائی بخلاف دیگر شعراء کے وہ معزز اور بلند مرتبہ خاندان کا فرد تھا چنانچہ تخلص میں بھی بانکپن اور انفرادیت باقی رکھی۔

(۳) غیر معمولی ذہانت اور علمیت کی وجہ سے اس نے یہ تخلص اختیار کیا۔

علوم متداولہ کی تکمیل شیراز میں ہی کی بلکہ نقاشی و مصوری بھی سیکھی، تذکرۂ بہارستان سخن میں ہے۔ "عرفی علاوہ بر علوم متداولہ در مصوری و نقاشی ہم دست داشت" شعر و شاعری سے فطری مناسبت تھی، عین شباب میں جوہر دکھانے شروع کر دیئے، عرفی نے جب آنکھیں کھولیں تو ایران میں شاہ طہماسپ[۱] کی ادب نوازی کی دھوم مچی ہوئی تھی، شاعری میں فغانی ایک نئی طرز کے موجد مانے جاتے تھے، یہ عرفی کے ہم وطن تھے، ایک طرح سے جو زمین انھوں نے منتخب کی تھی، عرفی نے اپنی فطری صلاحیتوں کے سبب اسی میں چمن در چمن کھلا دیئے۔ اور لطف یہ کہ اپنے اوپر تقلید یا تتبع کا الزام نہیں آنے دیا۔ بلکہ اپنی خصوصیت اور انفرادیت یہاں بھی باقی رکھی، ایرانی ہم عصروں میں محتشم کاشی، وحشی یزدی اور غیرتی وغیرہ بہت مشہور ہیں، محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی رائے میں عرفی اور ظہوری کی ملاقات شیراز میں ہوئی ہے اور مغلوں کے دربار میں آنے سے قبل عرفی احمد نگر ملا ظہوری کے پاس گیا۔ قدیم دوستی اور تعلق کی یاد تازہ کی۔

ہندوستان میں اکبر کا دورِ حکومت تھا۔ اس کی ادب نوازی اور علم پروری کا شہرہ سنکر دور دور سے

[۱] جلوس ۹۳۰ھ وفات ۹۸۴ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استادانِ فن کھنچے چلے آتے تھے۔ بادشاہ کی سرپرستی اور علم دوستی کو دیکھ کر بہت سے امراء اور سردار علم و ادب کی طرف مائل ہو گئے، اکبری دربار کے علاوہ بہت سی محفلیں، بہت سے دربار اور بہت سے مربیانِ علم و فن اس زمانہ میں موجود تھے، ان میں سب سے زیادہ مشہور شہزادہ جہانگیر، عبدالرحیم خانخانان، حکیم ابوالفتح، خان زماں، خان اعظم کوکلتاش اور ظفر خان وغیرہ تھے، دکن میں ابراہیم عادل شاہ تھا، ان کی معارف پروری اور علم نوازی کا شہرہ ایران کسی قدر مبالغہ کے ساتھ ہی پہنچتا تھا، چنانچہ اہلِ علم و ہنر کی ایک بڑی تعداد نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی۔ ہندوستان کے سرپرستوں اور مربیوں نے مہماں نوازی کی لاج رکھ لی۔ قدر منزلت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

۹۹۲ھ میں عرفی ہندوستان میں وارد ہوا، ایران سے اس کی ہجرت کے کئی سبب ہو سکتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ عام طور پر اہلِ کمال ہندوستان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، عرفی بھی قدردانِ کمال اور مربی علم و ادب کی جستجو میں یہاں وارد ہوا ہو، ممکن ہے یہاں کی سخاوت اور دریادلی کی مبالغہ آمیز خبروں نے بھی متاثر کیا ہو اور اس سے نہ رہا گیا ہو۔

(۱۱) ہجرت کا ایک دوسرا سبب ایک حادثہ ہے جس نے عرفی کی زندگی یکسر بدل دی۔ عرفی[1] ایک خوبرو اور وجیہ شخص تھا۔ ۹۸۳ھ میں چیچک کے حملہ میں وہ زشت رو اور بدشکل ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے اپنے پرائے ہو گئے۔ عرفی سے یہ سب برداشت نہ ہوا۔ آخر اس نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ 'میخانہ' کے بیان کے مطابق "زشت روئی عرفی تا این درجہ بود کہ مردم از دیدن رویش گریزاں بودند، اغلباً ازہمیں جہت است کہ از ایراں مہاجرت کردو رُو بہ ہندوستان کرد"۔

(۱۱۱) شاہ طہماسپ کی وفات[2] اور شاہ عباس کی تخت نشینی تک کا زمانہ ایران میں افراتفری اور انتشار کا زمانہ تھا، عرفی بھی اسی دور کے آخر میں ہندوستان آئے ہیں۔ ممکن ہے وہاں حالات ا[illegible] ہو گئے ہوں اور ان کے لئے سوائے اس کے کوئی اور چارہ ہی نہ ہو۔

عرفی کے ورودِ ہند کے اسباب کے سلسلہ میں کوئی قطعی شہادت (داخلی یا خارجی) موجود نہیں

[1] ماہ نو مئی ۱۹۵۳ء مفصل مضمون از عابد علی عابد۔ [2] وفات ۹۸۴ھ۔ ۹۹۵ھ وفات شاہ عباس ۱۰۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہ سلسلہ مبنی بر قیاس ہے۔ البتہ عرفی جیسے متکبر اور مغرور شخص سے یہ بعید ہے کہ وہ صرف جاہ طلبی یا لالچ میں ہندوستان چلا آئے۔ جبکہ اس کے قدر دانوں کی کمی نہ تھی۔ اگر شیراز چھوڑنے کا سبب زشت روئی کو قرار دیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ[1] اتنے طویل عرصہ تک وہ سب طعنے برداشت کرتا رہا۔ دوم یہ کہ اس کا رخ ہندوستان کی طرف ہی کیوں ہوا۔ بلاد فارس میں کہیں بھی چلا جاتا۔ یا اگر محض نفرت اور طعنوں کی وجہ سے ہندوستان آیا تو ایک اجنبی جگہ اس کا زیادہ اندیشہ تھا۔ میرے خیال میں مختلف عوامل نے اسے مجبور کیا۔ کسی ایک واقعہ پر اس کی ہجرت کو محمول نہیں کیا جا سکتا۔

راستہ میں ڈاکوؤں نے اس کی کل کائنات چھین لی، ایک رباعی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ موجود ہے۔

دوشینہ کہ بردہ برد بردوشم بود ۔۔۔ زانوچو عروس نو در آغوشم بود

پوشیدنی ٔ نداشتم غیر از چشم ۔۔۔ چیزی کہ بزیر سر نہم گوشم بود

عام طور پر مشہور ہے کہ عرفی شیراز سے فتحپور آیا اور فیضی کا مہمان ہوا، لیکن محترم ڈاکٹر نذیر احمد کی رائے میں وہ پہلے دکن آیا۔ ملا ظہوری کے ساتھ رہا اور وہاں سے فتحپور آیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے خلاصۃ الاشعار" پر انحصار کیا ہے۔[2] فتحپور پہنچکر فیضی کے یہاں قیام کیا۔ ابتدا میں تو یہ دوستی اتنی پکی تھی کہ پنجاب کے سفر میں اٹک تک فیضی کے ہمرکاب رہا لیکن کچھ ہی دن میں فیضی سے بگڑ گئی۔

میزبان کے لئے فیضی کے انتخاب کی مندرجہ ذیل وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) فیضی کی معرفت دربار اکبری تک رسائی۔

(۲) ایک علمی و ادبی شخصیت سے ہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اہل علم و ادب کی قدر و منزلت ان کے مرتبہ کے مطابق کرے گا۔

(۳) معمولی درجہ کے آدمی کا مہمان بن کر پندار کو ٹھیس نہیں لگانا چاہتا تھا۔ اپنے خلاق تکبر کو یہاں بھی قائم رکھا۔

---

[1] ظاہر ہے کہ قاعدے کے مطابق ۱۱ برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ [2] ظہوری، حیات و تصنیفات از ڈاکٹر نذیر احمد ج ۱ ص ۲۲-۲۳۷ نیز ریویو ج ۱ ص ۶۶۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہرصورت یہ دوستی جلد ہی ٹوٹ گئی۔ جیساکہ منتخب التواریخ میں ہے " اوّل کہ از ولایت بفتحپور رسید پیشتر از ہمہ بشیخ فیضی آشنا شد و الحق شیخ ہم با او خوب پیش آمد و دریں سفر اخیر تا اتک در منزل شیخ می بود ما یحتاج الیہ او از وی بہم میرسید و درمیانہ شکر آبہا افتاد"

فیضی کے بعد عرفی کی نظرِ انتخاب حکیم ابوالفتح[1] پر پڑی یہ عرفی کے ہم وطن بھی تھے اور سخن شناس بھی اکبری دربار میں ہزاری منصب رکھتے تھے لیکن علم و ادب کی سرپرستی میں بیدریغ خرچ کرتے تھے، حکیم موصوف نے قدردانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی بلکہ اس کا تعارف خانخاناں سے بھی کرادیا۔ جو اُن کی وفات کے بعد عرفی کے ممدوح اور سرپرست بن گئے۔ عرفی نے حکیم ابوالفتح کی علمی صلاحیت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بدایونی کے مطابق " و او بحکیم ابوالفتح ربطے پیدا کرد و از آنجا بہ سفارش حکیم بخانخاناں مرتبت شد روز بروز او را ہم در شعر و ہم در اعتبار ترقی عظیم روئی داد" خود حکیم گیلانی نے ایک رقعہ میں لکھا ہے " ملا عرفی و ملا حیاتی بسیار ترقی کردہ اند"

حکیم ابوالفتح کے دربار میں پہنچا تو یہ قصیدہ کہا :-

زہر گلی کہ ہوائے دلم کشاد نقاب ۔۔۔ فلک بگلشنِ حسرت نوشت ورفت بباد
خیال بندگیت دوش نقش می بستم ۔۔۔ زروی کسب شرف، نی زروی استعداد
بخدمت آمدم اینک بگو چہ مصلحت است ۔۔۔ برآستانِ تو بایدنشست یا ایستاد

خانخاناں کی شان میں پہلا قصیدہ حکیم ابوالفتح کی فرمائش سے لکھا تھا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

بیا کہ بادِ لم آں می کند پریشانی ۔۔۔ کہ غمزۂ تو نکرد ست با مسلمانی

حکیم کی موت کے بعد عرفی مکمل طور پر خانخاناں کے دربار سے وابستہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں اکبری دربار کے بعد اگر کوئی دربار سب سے بڑا تھا تو یہی دربار تھا۔ خانخاناں کے بارے میں اتنا کہنا ضروری ہے کہ وہ بیک وقت صاحب سیف و قلم تھا۔ خود عرفی نے بھی اس کمال کا اعتراف کیا ہے۔

اے داشتہ در سایۂ ہم تیغ و قلم را ۔۔۔ وی ساختہ آرائشِ ہم فضل و کرم را

---

[1] وفات ۹۹۷ھ م ۱۵۸۹ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خانخاناں کے دربار میں نظیری، شکیبی اور انیسی وغیرہ جیسے باکمال اور ماہرینِ فن تھے لیکن اس نے عرفی پر نوازشات کی بارش کردی، مآثر رحیمی میں ہے "در ایام ملازمت تسلیم وکورنش کہ در ہندوستان متعارف ہست کہ بعوض سلام بصاحبان می کنند بہ صاحب خود نمی کرد۔ بہر طرز و طور و روشی کہ میخواست در مجالس می نشست" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرفی کا غرور کس حد تک پہنچا ہوا تھا اور رحیم اس کی نازبرداریاں کس طرح کرتے تھے۔ ایک موقع پر قصیدہ کے صلہ میں ستر ہزار روپیہ دیا۔ مآثر رحیمی[1] سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرفی نے رحیم کی قربت سے بھی فائدہ اٹھایا۔

ابوالفتح و رحیم کے علاوہ عرفی کے ممدوحین کی فہرست میں اکبر اور شہزادہ سلیم کا نام بھی آتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عرفی کا یہ قصیدہ ؎

صباح عید کہ در تکیہ گاہ ناز و نعیم
گدا کلاہ نمد کج نہاد و شہ دیہیم

غیر معمولی جوش و خروش کا حامل ہے اور یہ شہزادہ سلیم پر فریفتہ ہونے کی دلیل ہے۔ اولاً تو یہ بات محلِ نظر ہے کہ یہ قصیدہ دیگر قصائد کی نسبت غیر معمولی جوش و خروش کا حامل ہے، اور اگر بفرضِ محال اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ جوش و سرمستی میں یہ اور قصائد سے بڑھا ہوا ہے تو آخر اس کا لازمی نتیجہ یہ تو نہیں ہوتا کہ عرفی سلیم کے دیوانے تھے، قصیدہ گو کو اپنے کسی ممدوح سے عقیدت بھی ہوتی ہے وہ اس کی شان میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتا ہے، کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مغلوں کے جلال و جبروت کے اس عالم عروج میں عرفی اس کو برملا عشق کی حماقت کرتے اور وہاں سے زندہ سلامت بھی لوٹ آتے۔ جہانگیر[2] کی عمر اس وقت ۲۰ برس تھی، یہ بھی نہیں تسلیم کیا جا سکتا کہ وہ عرفی کے اظہارِ عشق کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ عشق و محبت کی حاشیہ آرائی بعد کے لوگوں نے کی ہے۔

خانخاناں نے دربارِ اکبری میں عرفی کو پیش کیا۔ اکبر نے بھی عنایات و نوازشات کی بارش کردی۔ ۹۹۷ھ م ۱۵۸۹ء میں اکبر کے ساتھ کشمیر گیا۔ کشمیر کی شان میں اس کا قصیدہ ؎

گر سوختہ جانے بکشمیر درآید
گر مرغ کباب ست بہ دبال و پر آید

بہت ہی شاندار ہے۔

[1] مآثر رحیمی: "عرفی بیمن تربیت و شاگردی و مداحی این دانای رموز سخن تمام در ترقی الایام در شعر با آتش بہم رسید"
[2] سیر المتاخرین۔ تاریخ پیدائش ۹۷۷ھ، تخت نشینی ۱۰۱۴ھ م ۱۶۰۵ء، وفات ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرفی کی تاریخ وفات میں تقریباً سب ہی تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے۔ عبدالباقی نہاوندی[1] عرفی کی وفات کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔

"بتاریخ شوال نہصد و نود و نہ (۹۹۹ھ) در لاہور جہانِ فانی وداع نمودہ بہ عالمِ جاودانی شتافت"

اکبرنامہ ۹۹۹ھ کے واقعات کے ذیل میں ہے" سیزدھم عرفی شیرازی رخت ہستی بربست" طبقات میں وجہ وفات بھی ہے" در عنفوانِ جوانی بمرضِ اسہال درگذشت" مرتے وقت یہ رباعی لب پر تھی۔

عرفی دمِ نزع است و ہمان مستی تو — آخر بچہ مایہ بار بربستی تو

فرداست کہ دوست نقد فردوس بکف — جویای متاع است و تہی دستی تو

تذکرہ دانستانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حاسدوں نے زہر دیدیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے یہ کام شہزادے کے اشارے سے ہوا۔

انتقال کے وقت عرفی کی عمر ۳۶ برس کی تھی، لاہور میں دفن ہوا لیکن اس کی ہڈیوں[3] کو ایک قلندر نجف لے گیا اور وہاں لیجا کر دفن کر دیں، بعض تذکرہ نگار اس کا ذمہ دار غیاث بیگ کو ٹھہراتے ہیں جس نے اس خدمت کے صلہ میں اس قلندر کو کثیر رقم دی، اس کا سبب خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس سے عرفی کی وہ پیشین گوئی ضرور پوری ہوئی جو اس نے اپنے ایک شعر میں کی تھی۔

بکاوش مژہ از گور تا نجف بردم — اگر بہند ہلاکم کنی وگر بہ تتار

بدایونی نے تاریخِ وفات نکالی ہے" عرفی جوانہ مرگ شدی" اور "دشمن خدا"

عرفی کے کلام پر بحث کرنے سے قبل اس کے کردار کی دو اہم خصوصیتوں کا ذکر ضروری ہے تاکہ اسکی زندگی اور ماحول کے پس منظر کی تصویر مکمل ہو جائے۔

(۱) علمی سنجیدگی اور ادبی گہرائی کے باوجود عرفی نے اپنی زندہ دلی کو مرنے نہیں دیا۔ اس کی حاضر جوابی اور بذلہ سنجی کا ذکر آج تک ہوتا ہے، طنز و ظرافت اور لطیفوں سے اس کی ذہانت اور سرعت فہمی کا اندازہ ہوتا ہے، ایک طرف نازک مزاجی اور بد دماغی کا یہ عالم کہ خانخاناں کے دربار میں آداب بجا نہیں لاتا۔ دوسری

[1] بحوالہ تقی کاشی تاریخ وفات ۱۰۰۲ھ [2] مصنف مآثر رحیمی۔ [3] بحوالہ مفتاح التواریخ بر ماخذ مرآۃ جہاں نما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف خوش طبعی اور زندہ دلی کی وہ مثال کہ مبارک کی جگہ " ممارک " لکھدو۔

(۱۱) اس کے کردار کلام کی دوسری قابلِ ذکر خصوصیت عرفی کا غرور و تکبر ہے، وہ مناسب اور نامناسب کسی موقعہ پر بھی اپنی تعریف کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتا حتیٰ کہ نعت و منقبت میں بھی دو چار شعر اپنی مدح میں کہہ جاتا ہے۔ گو عرفی کے کلام کی جملہ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی ذات کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور خواہ مخواہ کے مصنوعی انکسار یا عجز سے کام نہیں لیا اور نہ ہی شاعرانہ تعلی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ حدِ اعتدال کو پار کر جاتا ہے اور اس کا اسلوب " در مدح خود " ناگوار گزرتا ہے۔ مناسب ہے کہ عرفی کے غرور و تکبر کی چند مثالیں پیش کی جائیں۔

(ا) تخلص کے انتخاب میں اس نے انفرادیت اور عظمت کو پیش نظر رکھا۔

(ب) ممدوحین کے انتخاب کے سلسلہ میں اس کی احتیاط بھی کم قابلِ قدر نہیں، صرف بلند مرتبہ اور سخن شناس لوگ ہی اس کے ممدوح و مربی بن سکے ہیں، اس کی طبیعت یہ بھی گوارا نہیں کرتی کہ اس کے محسنین اور ممدوحین کی فہرست طویل ہو، بلکہ اس کا نظریہ تو یہ ہے :- ؎

یک منعم، ویک نعمت ویک منت ویک شکر ✤ صد شکر کہ تقدیر چنیں راندہ قلم را

(ج) حسب نسب کے معاملہ میں اس کا غرور بہت بڑھا ہوا تھا۔

از نقش و نگارِ درو دیوار شکستہ ✤ آثار پدید ست صنادیدِ عجم را

(د) عرفی نے اپنی علمیت، ذاتی صلاحیت اور مقبولیت کا اندازہ بہت زیادہ لگایا، مثلاً سعدی کے بارے میں اس کا نظریہ ؎

نازش سعدی بمشت خاک شیراز از چہ بود ✤ گر نبود آگہ کہ گردد مولد و ماوائے من

ان اشعار میں متقدمین پر خوب چوٹیں کی ہیں۔ ؎

انصاف بدہ یا الفرج وانوری امروز ✤ بہر چہ غنیمت نشمارند عدم را

بسم اللہ ز اعجاز نفس جاں دہ شاں باز ✤ تا من قلم اندازم و گیرند قلم را

خاقانی پر اعتراض کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ببیں کہ تافتہ ابریشمش چہ خامی بافت ز تاب اطلس من شعرباف شروانی
زمانہ ہیں کہ مرا جلوہ داد تا از رشک بداغہای پس از مرگ سوخت خاقانی

اس کا جواب نظیری نے دیا تھا۔ ؎

دریں قصیدہ بہ گستاخی ارچہ عرفی گفت بداغ رشک پس از مرگ سوخت خاقانی
کنوں بگور چناں او برشک می سوزد کہ در تنور تواں گوسفند بریانی

ظہیر فاریابی کے بارے میں اس کا خیال :۔

فرا نمی نداشتہ چون من جہان نظم این حرف با ظہیر تواں گفت بے ہراس

ایک غزل کے مقطع میں امیر خسرو پر بھی وار کیا ہے ؎

صلائے شعر بہ عرفی شکر آرد طوطی خبرش نیست کہ او طوطی شکر شکن ست

اگر عرفی کے فخر و غرور کا تجزیہ کیا جائے تو ذیل کے عوامل اس کے محرک و باعث پائے جائیں گے۔

(۱) معزز خاندان کا فرد ہونے کے باعث دماغ آسمان پر چڑھ گیا۔ بخلاف دیگر شعراء عام طور پر پیشہ ور خاندانوں سے متعلق تھے۔

(۱۱) علمی نضیلت اور ادبی برتری نے بھی اس میں ہوا بھری، عام شعراء کی نسبت اس کی علمیت و صلاحیت زیادہ تھی، اسی وجہ سے مقابلہ میں کامیابی بھی نصیب ہوئی۔

(۱۱۱) فخر و غرور کو شاعری کی ایک صنف کے لحاظ سے شعوری طور پر برتا، اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کی انفرادیت باقی رہے، متقدمین نے اسی میدان کو پامال نہیں کیا تھا، یا اگر کسی نے کوشش بھی کی تھی تو وہ حق ادا نہیں کر سکے تھے، عوام نے بھی ادب میں اضافہ اور جدت کی حیثیت سے اس کے کلام کو اپنایا۔ اس کے جواب میں عرفی نے اور زور و شور سے اس صنف کو برتا، اور فخریہ کا حق ادا کر دیا۔ اور کوئی ہوتا تو منہ کی کھاتا۔ اس کی انانیت اور فخر شعوری ہے۔ چنانچہ وہ اقرار کرتا ہے۔ ؎

عمرے بہ رعونت صفتِ خود کردم ؁ چندے بشکست می ستایم خود را

(۱۷) چوتھا سبب اس کی غیر معمولی مقبولیت اور خوش نصیبی بھی ہے، دیگر شعراء مر تے مر گئے لیکن قبول عام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ نصیب ہوا اور ۳۶ برس کی عمر میں ہی اس کا یہ عالم تھا کہ ایران وہندوستان و ترکی میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ درباروں سے لیکر گلی کوچوں تک میں اس کے کلام کے دلدادہ اور عزت کرنیوالے پائے جاتے تھے، اسکی شہرت ومقبولیت کا اعتراف ملا بدایونی[1] نے بھی کیا ہے " او وحسین ثنائی از شعر عجب طالعی دارند کہ ہیچ کوچہ و بازاری نیست کہ کتاب فروشانِ دیوانِ این دو کس را در سر راہ گرفتہ بایستند و عراقیان و ہندوستانیان نیز بہ تبرک می خرند"

ظاہر ہے اتنی سی عمر میں جب عرفی کو کمال وقبول کی معراج حاصل ہوگئی تو اس نے عقل ورشد کی نسبت جوش وخروش سے زیادہ کام لیا اور یہ ایک نوجوان سے بعید بھی نہیں، ایک طرف تو وہ جوش میں حدِ اعتدال کو پار کرگیا، دوسرے ایک زمانہ اس کے رویہ کا شاکی ہوگیا۔

عرفی کے فخر وغرور کے سلسلہ میں مولانا شبلی اور پروفیسر براؤن کی آرا بھی قابلِ غور ہیں۔

"اس سے[2] انکار نہیں ہوسکتا کہ عرفی حد سے زیادہ مغرور اور خودستا تھا اور اساتذۂ سلف کا نام اپنے مقابلہ میں تحقیر سے لیتا تھا۔"

[3] INSPITE OF HIS OPPORTUNITIES AND UNDOUBTED TALENTS, URFI'S INTOLERABLE CONCIET AND ARROGANCE MADE HIM MANY EVENILES.

(۴) عین ممکن ہے اس نے یہ رویہ ردِعمل کے طور پر اختیار کیا ہو، جب لوگ اس کی زشت روئی کی وجہ سے اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے علم وادب کے میدان میں جہاں اس کا درجہ بلند تھا اپنے دل کی بھڑاس نکالی، اس طرح ایک گونہ اپنے آپ کو تسلی دی۔

بہرصورت ان داخلی اور خارجی شہادتوں سے عرفی کے ماحول اور کردار کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے، اور اس کا کلام وپس منظر سمجھ میں آجاتا ہے۔

قصیدہ کارِ ہوس پیشگاں بود عرفی ۔۔۔ تو از قبیلۂ عشقی وظیفہ ات غزل است

---

[1] منتخب التواریخ ص ۲۸۵ [2] شعر العجم ج ۳ ص ۸۸

[3] HISTORY OF PERSIAN LITERATURE VOT IV P. 245

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا شبلی کے قول کے مطابق عرفی غزل میں نظیری کے ہم پلہ ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کی تمام تر شہرت چند قصیدوں کے باعث ہے۔

عرفی کے کلام کی خصوصیات میں الفاظ کا انتخاب، ہم آہنگی اور موسیقیت، معنویت کے لحاظ سے کلام کی بلندی اپنی ذات پر فخر والہانہ پن، مضمون آفرینی، تشبیہات میں ندرت، جدید ترکیبات، فلسفیانہ خیالات، اخلاقیات کی تعلیمات اور ان سب سے بڑھ کر رندی، سرمستی اور جوش وخروش شامل ہے۔

شہزادہ سلیم کی شان میں کہا ہوا یہ قصیدہ:-

صباح عید کہ در تکیہ گاہ ناز و نعیم　　گدا کلاہ نمد کج نہاد و شہ دیہیم

شہزادے نے عرفی کو طلب کیا ہے، قاصد کی آمد، اپنے دل کی کیفیت اور حرکات، ان سب کی تصویر کھینچتا ہے۔

کہ ناگہاں ز درم در رسید مژدہ دہی　　چنانکہ از چمن طالعم بمغز شمیم
چہ گفت گفت کہ "ای مخزن جواہر قدس"　　چہ گفت گفت کہ ای مطلب بہشت نعیم
بیا کہ از گہرت یاد می کند دریا　　بیا کہ تشنہ لبت را طلب کند تسنیم
زلال چہرۂ امید، نقد اکبر شاہ　　طراز دولت جاوید، شاہزادہ سلیم
ازیں پیام دلم شد شگفتہ و شاداب　　چنانکہ باغ ز شبنم، چنانکہ گل ز نسیم

قاصد کا یہ پیام سن کر عرفی کھڑے ہو گئے۔ جلدی میں انہیں سر پیر کا ہوش نہیں رہا۔

بہ قتادم و گشتم چناں شتاب زدہ　　کہ دست اہل کرم در نثار گوہر و سیم
مرا چو دوش بدوش ادب بدید ایستاد　　بلطف خاص بدل کرد التفات عمیم
رموز کورنش و تسلیم را ادا کردم　　برلب مردم دانا و بذلہ سنج ندیم
نگفت و من بشنودم ہر انچہ گفتن داشت　　کہ در بیاں نگہش کرد برزباں تقدیم
لبش چو نوبت خویش از نگاہ باز گرفت　　قتاد سامعہ در موج کوثر و تسنیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہزادے کی تعریف کرتے کرتے اپنا بھی خیال آتا ہے۔ ؎

خدا یگانہ گویم بمدح خویش دو بیت / کزیں نیاز دو پرہیز کرد طبعِ سلیم

ز زادہ دل وطبع اگر شود آگاہ / باصل خویش نتازد زشرم دُرِّ یتیم

شال طبع من و ہر طبیعتی کہ جز اوست / زلال مائِ معین ست، دُردِ ماءِ حمیم

اتنا کچھ کہنے کے بعد ان کو خیال آتا ہے کہ یہ موقع نہیں کہ وہ اپنی تعریف کریں، چنانچہ وہ خاموشی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے دعا پر آجاتے ہیں۔ ؎

خموش عرفی ازیں ترہات وقت دعاست / برآر، دست بدرگاہِ کردگار کریم

بعض عرفی نواز حضرات خودداری اور غرور میں فرق نہیں کرتے۔ وہ عرفی کے فخریہ کو خودداری قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ بہ حیثیت صنف شعر میں اضافہ کے یہ محاسن میں قرار پائے لیکن ذاتی اوصاف اور شخصی صفات میں یہ عرفی کی کمزوری ہی شمار ہوگا۔ عرفی کے کلام سے ایسا اندازہ ہوتا ہے جیسے ایک محروم اور ستایا ہوا انسان اور اسے موقع مل جائے تو وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہدے۔ یاد کر کر کے اپنے محاسن اور دوسروں کے معایب گنواتا ہے۔ عرفی کے نابغہ (Genius) ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اتنی کم عمری میں جو علمیت اور صلاحیت اس کو حاصل ہوگئی تھی وہ محض ودیعت ایزدی ہوتی ہے۔ لیکن اس نے اس کا غلط استعمال کیا، شواہد و واقعات کی روشنی میں اسکی شخصیت کا یہ دھبہ صاف نظر آتا ہے۔ معاصرین کے اقوال، مورخین کے بیانات، عرفی کا کردار، دوستوں کے ساتھ رویہ اور تعلقات آخر یہ سب شہادتیں اتنی اہم اور حقیقی ہیں کہ ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

بدایونی کہتے ہیں "جوانی بود صاحبِ فطرت عالی وفہم درست و اقسام شعر نیکو گفتی، اما از بس عجب ونخوت کہ پیدا کردہ از نظرہا افتاد"[1]

(باقی)

---

[1] منتخب التواریخ صفحہ ۲۸۵

© rasailojaraid.com